خانم نکہت فاطمہ　　　　　　　　　　　　　　　　فرہنگ وتمدن:

شیخ الشیوخ حضرت شاہ غلام علیؒ

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کا شمار ان اکابر اولیاء میں ہوتا ہے جنہوں نے مسلمانان پاک وہند کی مذہبی ،معاشرتی اور سیاسی تاریخ میں اپنی سیرت وکردار کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ دہلی اور اس کے اطراف میں انیسویں صدی کے ربع اوّل میں عوام کی رشدوہدایت اور تعمیر ملت کا اہم فریضہ جس انہماک ،خلوص اور اہتمام سے شاہ غلام علی نے انجام دیا ہے اس کی مثال مسلمانان پاک وہند کی تاریخ میں خال خال ہی نظر آتی ہے۔

شاہ غلام علی کی ولادت ۱۱۵۶ھ/ ۱۷۴۵ء میں قصبہ بٹالہ ،ضلع پنجاب میں ہوئی۔ آپ علوی سادات میں سے تھے اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی مرتضٰی علیہ السلام تک پہنچتا ہے ۔آپ کے والد بزرگوار شاہ عبد اللطیف ،حضرت شاہ ناصر الدین قادری سے بیعت تھے اور انکا قیام زیادہ تر دہلی میں رہتا تھا۔

والد نے آپ کا نام علی ، والدہ نے عبد القادر اور چچا نے عبد اللہ رکھا۔آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام ’’ فقیر عبد اللہ عرف غلام علی ‘‘ لکھتے ہیں۔لیکن عوام وخواص میں آپ کی شہرت ’’ حضرت شاہ غلام علی دہلوی‘‘ کے اسم گرامی سے ہے۔شاہ غلام علی ضمیمہ مقامات مظہری میں لکھتے ہیں کہ آپ کے والد نے اپنے پیر سے بیعت کرانے کے لئے آپ کو بٹالہ سے دہلی میں طلب کیا۔آپ روز شنبہ ۱۱ رجب ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۱ء کو دہلی پہنچے۔لیکن اتفاق سے اسی روز شاہ ناصر الدینؒ کا انتقال ہوگیا۔آپ کے والد نے فرمایا کہ ہم نے تمھیں اپنے پیر سے بیعت کے لئے طلب کیا تھا۔لیکن خدا کی مرضی نہیں تھی۔ اب تم جہاں چاہو بیعت کرو۔

شاہ غلام علی نے ۴ سال تک مختلف بزرگوں مثلاً حضرت شاہ ضیاء اللہؒ ،شاہ عبد

العدلؒ ، خواجہ میر دردؒ شاہ فخر الدینؒ ، شاہ نانوا اور شاہ غلام سادات چشتی سے استفادہ کیا۔ انہوں نے حدیث کی سند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے لی اور بخاری شریف بھی انہی سے پڑھی۔

۱۱۸۰ھ/ ۱۷۶۶ء میں وہ حضرت شمس الدین حبیب اللہ المعروف بہ مرزا مظہر جانجاناںؒ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے بیعت کی۔ شاہ غلام علی ۱۵ سال تک مرزا مظہر کی مجلس ذکر اور حلقہ میں بیٹھے اور ان کی خصوصی توجہ سے سلوک کی منازل طے کیں اور اپنے مرشد کی شہادت ۱۱۹۵ھ/ ۱۷۸۰ء تک خانقاہ مظہری کی خدمت میں خلوص سے مصروف رہے۔ حضرت مظہر کی شہادت کے بعد شاہ غلام مسند ارشاد پر رونق فروز ہوئے۔ اس کے بعد طالبان خدا کی تعلیم وتربیت میں مصروف ہوگئے اور مرزا جانجاناں کی خانقاہ کو آباد رکھا۔

آپ کی ذات سے تمام جہاں میں فیض پھیلا اور مختلف ممالک کے لوگوں نے آخر بیعت اختیار کی۔ جامع ملفوظات حضرت شاہ عبد الرؤف مجددی ”درالمعارف“ میں لکھتے ہیں:

”نہ صرف ہندوستان میں بلکہ عالم اسلام کے طالبان حق آپ کے حلقہ بگوش تھے۔ آپ کی خانقاہ میں سمرقند، بخارا، غزنی، تاشقند، حصار قندھار، کابل، پشاور، ملتان، کشمیر، لاہور، سرہند، امروہہ، سنبھل، بریلی، رام پور، لکھنؤ، جائس، بہرائچ، گورکھپور، عظیم آباد، ڈھاکہ، بنگالہ، حیدر آباد اور پونا کے باشندے آتے تھے۔“

سر سید احمد خان آثار الصنادید میں رقم طراز ہیں:

”میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم، شام، بغداد، مصر، چین اور حبش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہوکر بیعت کی اور خدمات خانقاہ کو سعادت ابدی سمجھا اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان، پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ لوگ ٹڈی دل کی طرح امنڈتے تھے۔“ ؎

بادشاہ اور امراء خانقاہ کے اخراجات کے لئے مدد کے طور پر کچھ دینے کی خواہش کرتے تو آپ ان کی درخواست رد فرمادیتے۔ آپ کی زبان مبارک پر ہمیشہ یہ قطعہ رہتا:

خاک تشنگی است سلیمانیم
عار بود افسر سلطانیم
ہست چہل سال کہ می پوشمش
کہنہ نہ شد خلعت عریانیم؎

نواب ٹونک امیر خان نے خانقاہ کے خرچ کے لئے رقم مقرر کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ نے قبول نہیں فرمائی اور شاہ رؤف احمد صاحب سے یہ شعر لکھ کر بھیجنے کے لئے کہا:

ما آبروی فقر وقناعت نمی بریم
بہ امیر خاں بگوی کہ روزی مقدر است؎

آپ فرماتے ہیں کہ خانقاہ کے اخراجات غیب سے پورے ہوتے ہیں۔ سرسید احمد جن کا بچپن شاہ غلام علیؒ کی خانقاہ میں گذرا تھا لکھتے ہیں:

"حضرت کی خانقاہ میں پانچ سو فقیر سے کم نہیں رہتے تھے اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا باوجودیکہ کہیں سے ایک حبہ مقرر نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ غیب الغیب سے سب کام چلاتا تھا۔ اس پر فیاضی اور سخاوت اس قدر تھی کہ کبھی سائل کو محروم نہیں پھیرا جو اس نے مانگا وہی دیا۔"؎

آپ کو جناب سرورِ کائناتؐ کے ساتھ عشق کا مرتبہ حاصل تھا جب آپ حضورؐ کا نام لیتے تو بیتاب ہوجاتے۔ ایک مرتبہ آپ کا خادم قدم شریف سے پانی کا تبرک لایا اور کہا کہ حضرت رسولؐ خدا کا آپ پر سایہ ہو۔ یہ بات سنتے ہی آپ بیتاب ہوگئے اور اس خادم کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ فرمایا کہ میری ہستی ہی کیا کہ مجھ پر حضرت رسولؐ کا سایہ مبارک ہو۔ اور اس خادم پر بہت نوازش کی۔؎

آپ کے اوقات شریف نہایت منضبط تھے۔ قرآن شریف حفظ تھا۔ صبح کی نماز اول

وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کر کے اشراق تک حلقہ و مراقبہ ہوتا۔ اس کے بعد طالب علموں کو حدیث اور تفسیر کا درس دیتے۔ زوال کے قریب تھوڑا سا کھانا کھا کر قیلولہ فرماتے اور پھر دینی کتب کا مطالعہ اور ضروری تحریرات میں مشغول ہو جاتے۔ عصر کی نماز پڑھتے اور پھر حدیث اور تصوف کی کتابیں پڑھاتے اور شام تک حلقہ ذکر اور توجہ میں مشغول رہتے۔ شام کی نماز کے بعد خاص مریدوں کی طرف توجہ دیتے۔ کھانا کھا کر عشاء کی نماز پڑھتے۔ رات اکثر بیٹھ کر ذکر اور مراقبہ میں گزارتے تھے۔ بہت کم سوتے تھے۔ اگر تہجد کے وقت لوگوں کو خواب غفلت میں پاتے تو انہیں بیدار کرتے تھے۔ خود تہجد کی نماز پڑھتے اور پھر مراقبہ اور تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو جاتے۔

خود موٹا لباس پہننے کی عادت تھی اگر کوئی نفیس لباس بھیجتا تو اسے بیچ کر کئی کپڑے خریدتے اور انہیں صدقہ میں دے دیتے۔ کسی کے گھر کا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اگر ان کے کسی معتقد کے گھر سے کھانا آتا تو اسے محتاجوں میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ دنیا کے ذکر کی آپ کی مجلس میں کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اگر کوئی کسی کی غیبت کرتا تو فرماتے تھے کہ کسی کو برائی سے یاد کرتا ہی ہے تو میں سب سے زیادہ اس کا مستحق ہوں۔

سرسید احمد خان کی تربیت آپ کی گود میں ہوئی تھی۔ آثار الصنادید میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حق یہ ہے کہ ایسا برشتہ جان شیخ دیکھنے میں نہیں آیا اور میں تو اس بات پر عاشق ہوں کہ باوجود اتنی آزادی اور خود رفتگی سرمو احکام شریعت سے تجاوز نہ تھا اور جو کام تھا وہ باتباع سنت تھا۔ لقمہ مشتبہ سے پرہیز کرتے اور مال مشتبہ ہرگز نہ لیتے۔ جو شخص خلاف شرع اور سنت ہوتا اس سے نہایت خفا ہوتے اور اپنے پاس اس کا آنا گوارا نہ کرتے۔''[۷]

آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں کا کوئی شمار ہی نہیں ہے۔ آپ کے خلفاء بھی کثیر تعداد میں تھے جنہوں نے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بیرون ہندوستان دیگر

ممالک میں پہنچ کر آپ کے طریقہ کی تعلیم واشاعت کی۔ آپ کے خلیفہ و مرید شیخ خالد کردی نے دہلی میں آکر آپ سے فیض حاصل کیا اور پھر مجددیہ طریقہ کو دولت عثمانیہ میں عام کیا۔ حضرت شاہ غلام علیؒ کے تقریباً ۸۳ خلفاء کے نام سوانح کتب میں محفوظ ہیں۔

آپ کے ملفوظات، ارشادات اور فرمودات کے دو مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ ایک بہت مشہور مجموعہ ''در المعارف'' ہے جس کے جامع حضرت شاہ رؤف احمد مجددی ہیں۔ دوسرا مجموعہ ''ملفوظات شریف'' ہے جس کے جامع حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی فرماتے ہیں فقیر میں 'ف' سے مراد فاقہ کرنا اور توکل کے ساتھ بیٹھنا ہے 'ق' سے مراد قناعت کرنا اور رشتہ جستجو توڑنا 'ی' کا مقصد یاد الٰہی میں مشغول رہنا اور دونوں جہاں کو بھلا دینا، 'ر' سے مراد ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہنا ہے۔ جس نے ان باتوں پر عمل کیا وہی درحقیقت فقیر ہے اور اسے 'ف' سے فضل حق 'ق' سے قرب الٰہی 'ی' سے یاری مولا اور 'ر' سے رحمت ورویت حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ 'ف' سے فضیحت 'ق' سے قہر 'ی' سے یاس وناامیدی اور 'ر' سے رسوائی ہاتھ آئے گی۔

آپ فرماتے ہیں کہ تمام امت میں تین کتابیں اپنی مثال آپ ہیں۔ ان میں سے پہلی اللہ پاک کا کلام یعنی قرآن شریف، اس کے بعد بخاری شریف، اس کے بعد مثنوی مولانا روم ہے کہ کلام مجید اور بخاری شریف کے علاوہ اور کوئی کتاب مثنوی شریف کے برابر یا اس جیسی نہیں ہے؟

بہت سے لوگوں کو آپ نے مقامات وحالات عالیہ پر فائز کیا۔ آپ کی دعا سے مشکلات کے حل اور حاجت برآری کے اس قدر واقعات ہوئے کہ لوگوں کے اکثر کام آپ کی دعا سے ہوگئے اور بہت سے عقدے حل ہوگئے۔ طالب علموں کی کثرت کے باوجود ہر ایک کو توجہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام اور ایک حال سے دوسرے حال پر پہنچاتے۔ اکثر فاسق وفاجر آپ کی توجہ شریف سے تائب ہوکر راہ راست پر آئے اور کئی کفار آپ کی معمولی سی توجہ

سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ نقل ہے کہ ایک روز ایک بہت ہی حسین وجمیل ہندو لڑکا آپ کی مجلس میں آگیا۔ سب اہل مجلس اسکی طرف دیکھنے لگے۔ جب آپ کی نظر اس پر پڑی تو وہ زنار توڑ کر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔

مولوی کرامت علی جو آپ کے خادم تھے ایک روز ان کے پہلو میں درد ہوا آپ نے اپنا دست مبارک وہاں رکھا تو اسی وقت درد رفع ہوگیا۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا لڑکا دو ماہ سے گم ہے آپ دعا وتوجہ فرمائیں کہ وہ آجائے۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا لڑکا تو تیرے گھر میں ہے۔ وہ شخص حیران ہوا کہ میں تو ابھی گھر سے آرہا ہوں لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ لڑکا گھر میں ہے۔ وہ آپ کی ہدایت کے مطابق گھر پہنچا تو دیکھا کہ لڑکا واقعی گھر میں بیٹھا ہوا ہے۔

حضرت شاہ غلام علی نے مختلف موضوعات پر رسالے لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی حضرت مرزا مظہر جانجاناں کے احوال وافکار پر دو منفرد کتابیں دستیاب ہیں۔ اول مقامات مظہری، دوم کمالات مظہر یہ۔ مقامات مظہری حضرت مرزا جانجاناں مظہرؒ کے روز ولادت سے یوم شہادت تک کے حالات ومقامات پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ کے ملفوظات ومکتوبات کا انتخاب بھی دیا گیا ہے۔

آپ کے تقریباً ۱۲۵ مکتوبات کا مجموعہ آپ کے خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد رافت مجددی نے جمع کیا ہے۔ آپ کے ملفوظات کے دو مجموعے دستیاب ہیں۔ پہلا مجموعہ ''درالمعارف'' شاہ رؤف احمد رافت مجددی نے اور دوسرا ''ملفوظات شریفہ'' کے نام سے آپ کے ایک اور خلیفہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری نے جمع کیا۔ ان ملفوظات گرامی کا ایک ایک لفظ نہایت موثر اور دل کی گہرائیوں تک اتر جانے والا ہے اور بے شک وشبہ مبتدی ومنتہی کو ان ملفوظات کے مطالعہ سے روحانی سرور حاصل ہوتا ہے۔

آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو رہتی تھی۔ عمر کے آخری حصہ میں بو اسیر کا مرض غالب

آ گیا تھا۔ آپ نے اپنے مرید و خلیفہ شاہ ابو سعید مجددیؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور خانقاہ شریف کے صحن میں اپنا مدفن تجویز فرمایا۔ رحلت فرمانے سے دو تین ماہ قبل شاہ ابو سعید مجددیؒ کو لکھے گئے ایک خط میں آپ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی تدفین خانقاہ شریف میں حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ کے دائیں جانب عمل میں آئی۔ یہ خانقاہ شریف اب درگاہ ابو الخیرؒ کے نام سے مشہور ہے اور دہلی کے چتلی قبر کے علاقہ میں واقع ہے۔

حوالے:

ا۔ در المعارف، شاہ رؤف احمد، مجبوب المطابع، دہلی، ص ۶۵

۲۔ آثار الصنادید، سرسید احمد خان، اردو اکادمی دہلی، ۲۰۰۰ء ص ۶۴۴

۳۔ مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی، استانبول، ترکی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

۴۔ ضمیمہ مقامات مظہری (حالات ومقامات حضرت شمس الدین حبیب اللہ جناب مرزا مظہر جانجاناں) شاہ غلام علی، ۱۲۶۹ھ/ ۱۸۵۲ء، مطبع احمدی، ص ۱۴۵

۵۔ آثار الصنادید، ص ۶۵۴

۷۔ آثار الصنادید، ص ۶۷۴